حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

عِبَادُالرَّحْمٰن

یعنی

رحمٰن کے بندے اور اُن کی ۱۳ صفات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً ۔ اَمَّا بَعْدُ!

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝

(سورۃ الفرقان: آیت نمبر ۶۳ تا ۷۷)

ترجمہ

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں، اور جب جاہل لوگ اُن سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں۔★ اور جو راتیں اس طرح گزارتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے آگے (کبھی) سجدے میں ہوتے ہیں، اور (کبھی) قیام میں۔★ اور جو یہ کہتے ہیں کہ: (اے) ہمارے پروردگار! جہنم کے عذاب

کو ہم سے دُور رکھئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کا عذاب وہ تباہی ہے جو چمٹ کر رہ جاتی ہے۔ ★ یقیناً وہ کسی کا مستقر اور قیام گاہ بننے کے لئے بدترین جگہ ہے۔ن اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں، نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ اُن کا طریقہ اس (کمی و بیشی) کے درمیان اعتدال کا طریقہ ہے۔★ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے، اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حُرمت بخشی ہے، اُسے ناحق قتل نہیں کرتے، اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا، اُسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔★ قیامت کے دن اُس کا عذاب بڑھا بڑھا کر دُگنا کر دیا جائے گا، اور وہ ذلیل ہو کر اُس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ ★ ہاں مگر جو کوئی توبہ کر لے، ایمان لے آئے، اور نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیں گے، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں۔★ اور جو کوئی توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف ٹھیک ٹھیک لوٹ آتا ہے۔★ اور (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو ناحق کاموں میں شامل نہیں ہوتے، اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گذرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔ ★ اور جب اُنہیں اپنے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے ★ اور جو (دُعا کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ: (اے) ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیوی بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں پرہیزگاروں کا سربراہ بنادے۔★ یہ لوگ ہیں جنہیں اُن کے صبر کے بدلے جنت کے بالاخانے عطا ہوں گے، اور وہاں دُعاؤں اور سلام سے اُن کا استقبال کیا جائے گا۔ ★ وہ وہاں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ کسی کا ٹھکانا اور قیام گاہ بننے کے لئے وہ بہترین جگہ ہے۔★ (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ: میرے پروردگار کو تمہاری ذرا بھی پروانہ ہوتی، اگر تم اُس کو نہ پکارتے۔ اب جبکہ (اے کافرو!) تم نے حق کو جھٹلا دیا ہے تو یہ جھٹلانا تمہارے گلے پڑ کر رہے گا۔★ (آسان ترجمہ قرآن بتصرف)

عِبادُ الرحمٰن کا لقب

میرے قابلِ احترام بزرگو!

یہ سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی پندرہ آیات ہیں، ان آیات میں اللہ جل شانہ نے رحمٰن کے بندوں یعنی اپنے خاص خاص مقبول اور محبوب بندوں کی تیرہ صفات ذکر فرمائی ہیں اور انہیں "عِبادُ الرحمٰن" کا لقب عطا فرمایا ہے جو ان مخصوص اور محبوب بندوں کیلئے بہت بڑا اعزاز اور بہت بڑا اکرام ہے۔ اور جن اہلِ ایمان میں یہ تیرہ صفات پائی جائیں گی، اُنہیں اللہ تعالیٰ جنت میں بالا خانے عطا فرمائیں گے جو عام اہل جنت کو ایسے نظر آئیں گے جیسے زمین والے آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہیں، اور اُنہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہوگا کہ فرشتے اُن کو مبارکباد دیں گے اور سلام کریں گے۔

عِبادُ الرحمٰن کہنے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نام اور ننانوے صفاتی ناموں میں سے صفتِ رحمٰن کی طرف اپنے ان بندوں کی نسبت فرمائی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ عِبادُاللہ بھی فرما سکتے تھے، عِبَادُ الرَّحِيْم بھی فرما سکتے تھے، عِبَادُ الْغَفَّارِ بھی فرما سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماءِ حُسنیٰ میں سے رحمٰن کی طرف ان کو منسوب فرمایا ہے کہ وہ رحمٰن کے بندے ہیں، جس میں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

پہلی بات یہ کہ ان مخصوص بندوں میں جو کمالات اور خوبیاں ہیں یہ خاص اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اللہ تعالیٰ کے رحمٰن ہونے کی وجہ سے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف متوجہ ہوئی جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے خاص اُلخاص بندے بن گئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے، پہلے اللہ تعالیٰ کی توفیق ہوتی ہے پھر بندہ قدم اٹھاتا ہے اور آگے بڑھتا ہے، یہاں تک کہ منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ کسی کا بہت پیارا شعر ہے ؎

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

دوسرے اس طرف اشارہ ہے کہ ان محبوب ومقبول بندوں میں جو بھی اوصاف اور خصوصیات ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمٰن کا مظہر ہونی چاہئیں، یعنی اُن میں صفتِ رحمت غالب ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ کے خاص بندے بننے کے لئے ضروری ہے کہ دِلوں میں سختی نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح طبیعت میں نرمی ہو، شفقت و رحمت ہو، تاکہ گھر والوں کے لئے بھی رحمت بنیں اور معاشرے کے لئے بھی رحمت بنیں۔ اگر کبھی کسی مصلحت کی وجہ سے عارضی طور پر سختی کی نوبت آئے تو وہ بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت ہو۔

عِبادُالرحمٰن کی صفات بیان کرنے کا مقصد

ان صفات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب وہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں، اور اسی نیت سے قرآنِ کریم کی ان آیات کو پڑھیں اور سمجھیں کہ ہمارے اندر یہ اچھی اچھی صفات پیدا ہوجائیں، تاکہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے مقبول ومحبوب بندوں میں شامل ہوسکیں، اور ان بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جس اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہمیں بھی نصیب ہو۔ لہٰذا ان صفات کو یاد کرنے کی کوشش کریں اور ان پر عمل کرنے کے لئے محنت کریں، ان پر عمل کرنا کوئی مشکل نہیں ہے، ہمارے اختیار میں ہے، ہاں اللہ تعالیٰ سے اپنے اندر ان صفات کے پیدا ہونے کی خوب گڑگڑا کر دعا مانگیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر یہ صفات پیدا نہیں ہوسکتیں۔ پہلے ہی قدم پر اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف متوجہ ہوکر گڑگڑا کر دعا کریں کہ اے اللہ یہ تیرہ صفات ہمارے اندر بھی پیدا فرمادیجئے اور ان پر عمل کرنے والا بنا دیجئے، تاکہ ہم بھی عِبادُ الرحمٰن کی جماعت میں شامل ہوجائیں۔

رحمٰن کے بندوں کی تیرہ صفات کا اجمالی خاکہ

عِبادُ الرحمٰن کی تیرہ صفات یہ ہیں :

(۱) عبدیت کا ہونا، یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا۔

(۲) زمین پر تواضع کے ساتھ چلنا۔

(۳) گفتگو میں سلامتی ہونا۔

(۴) شب بیداری اور تنہائی میں عبادت کا اہتمام کرنا۔

(۵) جہنم سے بچنے کیلئے دُعائیں کرنا۔

(۶) مال خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا۔

(۷) شرک اور شرکیہ اعمال سے بچنا۔

(۸) ناحق قتل کرنے سے بچنا۔

(۹) زنا اور متعلقاتِ زنا سے دُور رہنا۔

(۱۰) جھوٹ اور لغو و باطل مجلس میں شریک نہ ہونا۔

(۱۱) لغو اور بیہودہ کاموں سے بچنے کی کوشش کرنا۔

(۱۲) قرآنی آیات کو اہتمام سے سمجھنا اور اس معاملہ میں اندھے بہرے بننے سے بچنا۔

(۱۳) اپنی بیوی بچوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا۔

تیرہ صفات کا خلاصہ پانچ باتیں

ان تیرہ صفات کا اگر خلاصہ نکالا جائے تو وہ پانچ باتیں ہیں جو درجِ ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔عِبادُ الرحمٰن یعنی رحمٰن کے بندے عقائد کے اعتبار سے بالکل صحیح اور سچے پکے ہوتے ہیں، یعنی وہ اللہ جل شانہ پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں، فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں، آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، تقدیر کو مانتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ اچھا یا بُرا ہوتا ہے سب تقدیر کے مطابق ہوتا ہے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں، بالخصوص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری پیغمبر ہونے کو مانتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں۔ حاصل یہ کہ اُن کے عقائد اہلِ سنت والجماعت والے عقائد ہیں، جو درحقیقت حضراتِ صحابہ کرامؓ کے عقائد تھے جن کا خلاصہ تین باتیں ہیں: توحید، رسالت اور معاد۔

(۲)۔۔۔ان کے ذاتی اعمال اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں، ان اعمال میں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور پوری طرح تابع دار ہوتے ہیں۔

ذاتی اعمال دو قسم کے ہیں:

(۱) بعض اعمال وہ ہیں جن کا تعلق جسم سے ہے، جیسے نماز، روزہ، تلاوت و تسبیح، درود وسلام اور ذکر وغیرہ، ان میں وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے، نہ نماز میں، نہ روزے میں، نہ کسی اور بدنی عبادت میں۔

(۲) بعض اعمال وہ ہیں جن کا تعلق مال سے ہے جیسے زکوۃ وخیرات، فطرہ، قربانی، قسم کا کفارہ وغیرہ۔ وہ سب اعمال ٹھیک اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں، زکوۃ کی ادائیگی میں سستی نہیں کرتے، اپنے مال کا مکمل حساب کرتے ہیں پھر مستحقین کو تلاش کر کے زکوۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں وغیرہ۔ حاصل یہ کہ دونوں قسم کی عبادات میں وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں اور ان کی زندگی عین شریعت کے مطابق ہوتی ہے۔

(۳) اُن کی معاشرت اور لوگوں سے اُن کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ معاشرت گھر سے شروع ہوتی ہے جہاں انسان رہتا ہے اور پوری دنیا سے اس کا تعلق ہے، شادی سے پہلے ماں باپ، بہن بھائیوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، جب شادی ہو جاتی ہے تو بیوی آ جاتی ہے، پھر بچے ہو جاتے ہیں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں ہو جاتی ہیں، ان سب کے ساتھ اچھا سلوک اور اچھا تعلق ہوتا ہے۔ گھر والوں کے علاوہ پڑوسیوں کے ساتھ بھی، رشتے داروں کے ساتھ بھی، عزیز و اقارب کے ساتھ بھی، تمام مسلمانوں بلکہ ہر انسان کے ساتھ ان کا تعلق، رہن و سہن اور برتاؤ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے، وہ کسی ناجائز اور خلافِ شرع بات پر عمل نہیں کرتے، بلکہ معاشرت کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعلیمات اور ہدایات موجود ہیں اُن پر پوری طرح عمل کرتے ہیں، اور ان تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ اپنے کسی قول، فعل اور طرزِ عمل سے ناحق کسی کو ادنیٰ تکلیف نہ پہنچے۔ یہ بات ایسی ہے کہ بہت ہی کم لوگ اس کا اہتمام کرتے ہیں، اکثر و بیشتر لوگ اس میں ناکام ہو جاتے ہیں، یوں تو وہ تہجد گذار ہوں گے، اشراق و چاشت کے پابند ہوں گے لیکن معاشرت میں ایسے ایسے گناہوں کا ارتکاب کریں گے کہ الامان والحفیظ۔

(۴) دن اور رات میں اُن پر عبادت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنی دنیا کی کوئی ضرورت پوری نہیں کرتے، بلکہ وہ حلال تجارت بھی کرتے ہیں، ملازمت بھی کرتے ہیں، لیکن ساتھ ساتھ غلبہ ان کے اوپر عبادت کا ہوتا ہے۔ ان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر ہوتی ہے، رات دن وہ اللہ

تعالیٰ کی اطاعت میں اور اس کی تابعداری میں لگے رہتے ہیں، یہاں تک کہ رات جو عام طور سونے کے لئے بنائی گئی ہے اس میں بھی تہجد پڑھتے ہیں، کبھی رکوع میں ہوتے ہیں، کبھی سجدے میں ہوتے ہیں اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہوکر رورو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

(۵) آخری بات یہ کہ خوفِ خدا اُن میں اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ گناہوں سے ایسے بچتے ہیں جیسے انگاروں سے بچا جاتا ہے، یا جیسے سانپ بچھو اور دوسری مُوذی چیزوں سے بچتے ہیں۔ان میں خوفِ خدا اس قدر بھرا ہوا ہوتا ہے کہ گناہ کی باتوں سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دور رہتے ہیں، ظاہر کے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاتے ہیں، باطنی گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاتے ہیں، خود بھی اس کا اہتمام کرتے ہیں اور اپنے اہل وعیال کی اصلاح کیلئے بھی فکرمند رہتے ہیں۔

یہ ان تیرہ صفات کا لبِ لباب اور خلاصہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کو اپنانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اَب ذیل میں ان صفات کی کچھ تشریح بیان کی جاتی ہے:

عِبادُ الرحمٰن کی پہلی صفت: عبدیت

ان آیات میں عِبادُالرحمٰن کی سب سے پہلی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ:

عِبادُالرحمٰن ہیں یعنی رحمٰن کے بندے ہیں غرضیکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔"عِباد" عبد کی جمع ہے، اور عبد کے معنیٰ بندے کے آتے ہیں۔ پہلے زمانے میں جب غلام باندیوں کا دور ہوتا تھا اُس وقت اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی ملکیت ہوتا تو اُسے "عبد" کہتے تھے، اور اُس کا وجود اور اس کے تمام اختیارات اور سارے کام اُس کے مالک کے حکم کے تابع ہوتے تھے، مالک اور آقا جو کہتا تھا غلام وہی کرتا تھا، اور جس کام سے منع کرتا اُس سے باز رہتا تھا، جہاں مالک بٹھاتا وہیں بیٹھ جاتا، جہاں سلاتا وہیں سو جاتا، جو کھلاتا کھالیتا، جو پہناتا وہ پہن لیتا، جو کام بتاتا وہ کرتا، اور جو کام نہیں بتاتا وہ نہیں کرتا، گویا ہر طرح سے وہ اپنے آقا کے اختیار میں ہوتا تھا، اُس کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا تھا، یہاں تک کہ آقا اگر وہ غلام کسی کو ہبہ کردے تب بھی غلام کچھ بول نہیں سکتا تھا، کسی کو بیچ دے تب بھی کچھ نہیں بول سکتا تھا۔ اِسی طرح رحمٰن کے بندوں کی صفت عبدیت کا تقاضا یہ ہے کہ بالکل یہی کیفیت ہونی چاہیے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہونی چاہئے، اس لیے کہ غلام کا مالک انسان ہے اور وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے مالک بنانے سے غلام کا مالک بنا ہے، براہِ راست نہیں، جبکہ

ہم بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں، حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہمارے مالک ہیں، ہمارے خالق ہیں، ہمارے پیدا کرنے والے ہیں، ہماری ہر مرضی ان کے تابع ہونی چاہیے، ہماری ہر خواہش ان کے حکم کے ماتحت ہونی چاہیے۔ یہ مطلب ہے "عبد" ہونے کا کہ بس وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں، ان کی اپنی کوئی خواہش نہیں، جو خواہش ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوتی ہے، یہ بندے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کے لیے تیار رہتے ہیں، ان کی دن بھر کی مصروفیات اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوتی ہیں۔

"عبدیت" سب سے اونچا مقام ہے

یہ بہت اہم اور بنیادی صفت ہے، باقی تمام صفات کا دار و مدار اسی پر ہے، اسی کو صوفیاءِ کرام کی اصطلاح میں "مقامِ عبدیت" کہتے ہیں جو تمام مقامات میں سب سے اونچا مقام ہے، کیونکہ اس میں آدمی اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی میں فنا کر دیتا ہے، اور اپنی تمام خواہشات کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے پر راضی رہتا ہے۔ اور جب عبدیت کا یہ مقام حاصل ہو جائے تو پھر آدمی کا کھانا پینا، چلنا پھرنا، سونا اور رزق کمانا غرض اُس کی ہر چیز عبادت بن جاتی ہے اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت میں رہتا ہے۔ حضرت حکیم محمد ابراہیم رزیؒ کے چند اشعار عبدیت کی خوب ترجمانی کرتے ہیں ۔

یہ دل پامال ہو یا زیست کا پیمانہ بھر جائے
مگر ہر سانس میرا آپ کے در پہ گزر جائے
ازل سے پی کر آئے ہیں ابد تک مست رہنا ہے
نہیں یہ وہ نشہ جو ترشیِ غم سے اتر جائے
اسی میں عافیت ہے جس کو سودا ہو محبت کا
کہ اُن کے آستانِ ناز پہ سر رکھ کر مر جائے

لہٰذا ہم سب یہ نیت کریں کہ ان شاء اللہ اس صفتِ عبدیت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق نصیب فرمائے، آمین!

جاری ہے...

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب

عِبَادُالرَّحْمٰن
یعنی
رحمٰن کے بندے
اور اُن کی ۱۳ صفات

(دوسری قسط)

عِبادُالرحمٰن کی دوسری صفت
زمین پر تواضع اور اعتدال کے ساتھ چلنا

ان آیات میں دوسری صفت اللہ جل شانہٗ نے یہ بیان فرمائی کہ رحمٰن کے بندے ایسے ہیں:۔

اَلَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا...اِلخ

ترجمہ

جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔

دوسری صفت ان میں یہ ہے کہ وہ زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔لفظ"هَوْن" کے معنٰی"تواضع، وقار، سکون اور عاجزی" کے آتے ہیں، یعنی جب وہ چلتے ہیں تو ان کی چال میں عاجزی اور انکساری ہوتی ہے۔تکبر کرنے والوں کی طرح اکڑ کر اور سینہ تان کر نہیں چلتے۔اسی طرح وہ متکبرانہ انداز سے قدم نہیں رکھتے اور نہ ہی تکلّف کر کے مریضوں کی طرح بہت آہستہ چلتے ہیں، بلکہ اُن کی چال میں اعتدال ہوتا ہے اور وہ سُنت طریقہ کے مطابق قدم جما کر چلتے ہیں۔قرآنِ کریم میں بھی اپنی چال اعتدال میں رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا گیا ہے۔خلاصہ یہ کہ رحمٰن کے بندے زمین پر اعتدال کے ساتھ سکون واطمینان سے چلتے ہیں،اُن کی چال میں تکبر

نہیں ہوتا، اور نہ بتکلف تقویٰ کا اظہار ہوتا ہے، بلکہ ان کے مزاج میں عاجزی ہوتی ہے جو اُن کی چال میں بھی نظر آتی ہے۔

تواضع اچھے اخلاق کی بنیاد ہے

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تمام کمالات اور اچھے اچھے اخلاق کی جڑ اور بنیاد ''تواضع'' ہے، جب کسی شخص کے دل میں تواضع پیدا ہو جائے تو اس کے سارے جسم میں عاجزی نظر آئے گی، اس کی گفتگو میں بھی عاجزی پائی جائے گی اور اس کے بولنے میں بھی، چلنے میں بھی، اٹھنے بیٹھنے میں بھی، لیٹنے میں بھی، غرض ہر کام میں عاجزی ہی عاجزی نظر آئے گی۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی تواضع

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے سلسلے کے سید الطائفہ کہلاتے ہیں اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ کے استحضار کا غلبہ اس قدر تھا کہ جب بستر پر سونے کیلئے لیٹتے تو پاؤں نہیں پھیلاتے تھے، بلکہ پاؤں سکیڑ کر لیٹتے تھے، ایک مرتبہ حضرت کے خادمِ خاص نے اس کے بارے میں پوچھ لیا کہ حضرت! میں نے آپ کو کبھی پاؤں پھیلا کر سوتے ہوئے نہیں دیکھا، جب بھی آپ سوتے ہیں یا لیٹتے ہیں تو پاؤں سکیڑ لیتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا: کیا غلام اپنے آقا کے سامنے پاؤں پھیلاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ میرے آقا ہیں اور ہر وقت میرے سامنے ہیں، اور میں ان کا ایک ادنیٰ غلام ہوں، میں کیسے ان کے سامنے پاؤں پھیلا کر سو جاؤں؟ اللہ اکبر! یہ ان بزرگوں کا استحضار تھا اور عاجزی تھی۔

آنحضرت ﷺ کی چال مبارک کی خوبیاں

حضور اقدس ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا سب تواضع کے ساتھ ہوتا تھا، آپ سب تواضع کرنے والوں کے امام ہیں لہٰذا جو اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص بندہ بننا چاہتا ہے اُس کے مزاج میں بھی تواضع ہونی چاہئے۔ شمائل نبوی میں حضور اقدس ﷺ کی چال مبارک کے بارے میں جو روایات ہیں اُن میں آپ کے چلنے کی تین خوبیاں بیان کی گئی ہیں جو کہ کامل تواضع ہونے کی علامت ہیں:

(۱)... آپ ﷺ کسی قدر تیز چلتے تھے، بہت آہستہ آہستہ عورتوں کی طرح نہیں چلتے تھے۔

(۲)... آگے کی طرف ذرا جھک کر چلتے تھے، سینہ تان کر نہیں چلتے تھے، بلکہ آگے کی طرف سر جھکا کر چلتے تھے جیسا کہ اوپر سے نیچے اتر رہے ہوں۔

(۳)... پاؤں قوت کے ساتھ اٹھا اٹھا کر چلتے تھے جسے قدم جما کر چلنا کہتے ہیں، پاؤں گھسیٹ گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے جیسے متکبر اور لا اُبالی لوگوں کا انداز ہوتا ہے۔(۱)

خلاصہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال انتہائی متواضعانہ ہوتی تھی، اس لئے ہم سب کو اس سنت پر عمل کرنا چاہیے اور اپنی چال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کی طرح اختیار کرنی چاہئے۔

اس آیت کی تشریح میں حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ عباد الرحمٰن کے مزاج میں ایسی زبردست تواضع پائی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے ان کے سارے اعضاء و جوارح آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل و عاجز ہوتے ہیں، ناواقف اُن کو دیکھ کر معذور اور عاجز سمجھتا ہے، حالانکہ نہ وہ بیمار ہوتے ہیں اور نہ معذور، بلکہ تندرست اور قوی ہوتے ہیں، مگر اُن پر حق تعالیٰ کا خوف ایسا طاری رہتا ہے جو دوسروں پر نہیں، اُنہیں آخرت کی فکر نے دُنیا کے دھندوں سے روکا ہوا ہوتا ہے۔(۲)

تواضع کے بارے میں ایک شاعر نے اپنے شعر میں کہا ہے کہ ؎

مجھے خاک میں دبا دو میری خاک بھی اڑا دو
تیرے نام پر مٹا ہوں، مجھے کیا غرض نشاں سے

ایسا ہی ایک دوسرا شعر ہے جو تواضع کی تشریح کیلئے ہے ؎

تُو کو اتنا مٹا کہ تُو نہ رہے
تیری ہستی کا رنگ بو نہ رہے
اور ہُو کو اتنا بڑھا کہ
ہُو ہُو رہے، تُو نہ رہے

''ہُو'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ ان کا تصور اتنا بڑھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی تصور رہے اور اپنا تصور ختم ہو جائے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ہستی کو مٹا دے، لاشئ محض بنا دے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ ہیں، بڑائی بھی صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اپنا نہیں ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، جان بھی اُسی کی دی ہوئی ہے، مال و متاع بھی اُسی کا دیا ہوا ہے، علم و عمل بھی اُسی کا دیا ہوا ہے، کوئی چیز بھی

(۱) شمائل ترمذی، باب ما جاء فی مشیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) معارف القرآن (۶: ۵۰۳)

ہماری ذاتی نہیں ہے تو پھر کس بنا پر بڑائی اختیار کریں! صرف اللہ تعالیٰ ہی بڑائی کے لائق ہیں، ان کی بڑائی کے سامنے ہم کچھ نہیں ہیں، بس اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں، کافی ہے۔

تین چیزیں بڑی ہیں

علماءِ کرام نے لکھا ہے تین چیزیں اللہ تعالیٰ نے بڑی فرمائی ہیں:۔

(۱)... اللّٰہ اکبر، اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بڑی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

(۲)... وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ. اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑھ کر ہے، اس میں بھی کوئی شبہ کی بات نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں تو ان کا ذکر بھی سب سے بڑا ہے۔

(۳)... تیسری چیز ہے وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکۡبَرُ "یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی ہے"، چنانچہ جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا مل گئی اس کا بیڑا پار ہے۔

لہٰذا ہمیں بھی اپنے دل میں تواضع اور عاجزی پیدا کرنی چاہئے، اس کیلئے انسان بار بار اس بات کو اپنے دل میں تازہ کرتا رہے تو آہستہ آہستہ دل میں عاجزی آنا شروع ہو جاتی ہے، پھر اعضاء و جوارح پر بھی اس کے اثرات نظر آتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہیے کہ یا اللہ مجھے تواضع عطا فرما، عاجزی و انکساری عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ توفیق نصیب فرمائیں، آمین!

عِبادُ الرحمٰن کی تیسری صفت: گفتگو میں سلامتی

اللہ تعالیٰ نے عِبادُ الرحمٰن کی تیسری صفت بیان فرمائی کہ:۔

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا

ترجمہ

اور جب جاہل لوگ اُن سے (جاہلانہ) خطاب کرتے

ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں۔

تیسری صفت جو اللہ پاک نے بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ جب جہالت والے لوگ ان سے جاہلانہ باتیں کرتے ہیں تو یہ ان سے سلامتی کی باتیں کرتے ہیں، جس سے دوسروں کو ایذاء نہ پہنچے اور خود بھی گنہگار نہ ہوں۔ یعنی ان کی

گفتگو بہت محتاط ہوتی ہے، حتیٰ کہ کوئی ان سے جھگڑا کرے تو وہ اس کا جواب جھگڑے سے نہیں دیتے، گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے بلکہ جب کوئی شخص خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، لیکن ان کے ساتھ جاہلانہ طرزِ عمل اختیار کرتا ہے اور جاہلانہ انداز میں گفتگو کرنے لگتا ہے تو وہ شریفانہ انداز میں جواب دیتے ہیں، اور سلامتی والا جواب دیتے ہیں، یعنی مختصر جواب دیکر اپنا دامن بچا لیتے ہیں، بے جا ان سے بحث نہیں کرتے۔ حاصل یہ کہ جاہلوں کے ساتھ جاہل نہیں بنتے اور کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرتے، بلکہ شریفانہ جواب دیکر آگے چل دیتے ہیں اور درگزر کا معاملہ کرتے ہیں۔

یہ بھی جب ہی ہوتا ہے جب انسان میں عاجزی ہو۔ جب انسان میں تواضع ہوتی ہے تو اگر کوئی الٹی سیدھی باتیں کرنے بھی لگتا ہے یا کوئی بدتمیزی کرنے لگتا ہے تو وہ شریفانہ جواب دیکر اپنا دامن بچاتے ہوئے نکل جاتا ہے کیونکہ اس میں عاجزی اور انکساری بھری ہوئی ہوتی ہے اور ہر وقت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا استحضار رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ دل میں تکبر ہو اور وہ خود کو اچھا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہو تو اُس کی بول چال میں بھی اس کا اثر نظر آتا ہے، اور اس کی گفتگو میں سلامتی نہیں ہوتی۔

آدابِ معاشرت کا حاصل

خلاصہ یہ کہ رحمٰن کے محبوب بندے معاشرت میں اور لوگوں کے ساتھ رہنے سہنے میں بھی با اخلاق ہوتے ہیں، سلیمُ الطبع ہوتے ہیں، نرم طبیعت کے مالک ہوتے ہیں، اچھا برتاؤ کرنے کے عادی ہوتے ہیں، حُسنِ سلوک کرنے والے ہوتے ہیں، اور آدابِ معاشرت پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں، اور آدابِ معاشرت کا حاصل یہی ہے کہ ہمارے کسی قول سے، ہمارے کسی فعل سے، ہمارے کسی طرزِ عمل سے ناحق دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے۔

ہمیں بھی یہ صفت اختیار کرنی چاہئے کہ حتی الامکان ہمارا لہجہ نرم ہو، گفتگو کرتے وقت الفاظ کا انتخاب اچھا ہو، بات صاف ستھری ہو اور اچھے انداز سے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

جاری ہے۔۔۔

قلم: حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب

عِبَادُ الرَّحْمٰن

﴿یعنی رحمٰن کے بندے اور اُن کی ۱۳ صفات﴾

(تیسری قسط)

عِبادُ الرحمٰن کی چوتھی صفت

شب بیداری اور تنہائی میں عبادت کا اہتمام کرنا

اللہ تعالیٰ نے عِبادُ الرحمٰن کی چوتھی صفت بیان فرمائی کہ:۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا

ترجمہ

اور جو راتیں اس طرح گزارتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے آگے (کبھی)
سجدے میں ہوتے ہیں، اور (کبھی) قیام میں۔

رحمٰن کے بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ اُن کی رات اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرنے میں اور قیام کرنے میں گذرتی ہے یعنی جب سب لوگ سو رہے ہوتے ہیں یہ اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہوتے ہیں، یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ یہ بندے رات کو بالکل نہیں سوتے، بلکہ اپنی جان کا حق ادا کرنے کے لئے سوتے بھی ہیں اور اپنے گھر والوں کا بھی حق ادا کرتے ہیں اور اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی تعریف بھی کرتے رہتے ہیں جیسا کہ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ نے رات کے تین حصے کئے ہوئے تھے، ایک حصے میں آرام فرماتے اور اپنی جان کا حق ادا فرماتے تھے، دوسرا حصہ اپنے گھر والوں کیلئے خاص کیا ہوا تھا جس میں اپنے گھر والوں کا حق ادا کرتے تھے، اور رات کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے رکھا ہوا تھا، اُس میں اپنے

پروردگار کے سامنے نماز میں کھڑے ہو کر لمبا قیام اور لمبے سجدے کیا کرتے تھے، کبھی مختصر نماز بھی پڑھتے تھے۔ اسی طرح یہ محبوب بندے بھی رات کی تاریکی میں اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتے ہیں، بندوں کے واجب حقوق بھی ادا کرتے ہیں، بہر حال شب بیداری کا ذوق وشوق ان کے اندر خصوصی طور پر پایا جاتا ہے، جیسے ایک شعر ہے۔

ایک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے ایک درد سا دل میں ہوتا ہے
میں رات کو اٹھ کر روتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے

یعنی جب لوگ سو جاتے ہیں مجھے اپنے گناہ یاد آتے ہیں، مجھے اپنی غفلتیں یاد آتی ہیں، اپنی خطائیں یاد آتی ہیں اور مجھے گناہوں پر رونا آتا ہے تو اس دردِ دل کی وجہ سے میں اٹھ جاتا ہوں اور وضو کر کے اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے لگتا ہوں، ذکر کرنے لگتا ہوں، اور توبہ کرنے لگتا ہوں اور اپنے گناہوں پر آنسو بہانے لگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا کچھ حصہ ہمیں بھی عطاء فرمائے۔ آمین!

خصوصیت کے ساتھ رات کے ذکر کی وجہ

اس صفت کا حاصل یہ ہے کہ ان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا غلبہ ہوتا ہے، چاہے وہ دن کا وقت ہو یا رات کا وقت، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اور اس کی اطاعت کا ان پر غلبہ ہوتا ہے، لیکن خاص طور پر رات کا اس لئے ذکر کیا کہ عام طور پر رات آرام کرنے اور سونے کیلئے ہوتی ہے مگر وہ اس قدر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے شوقین ہیں کہ آرام کے وقت میں بھی اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور رات میں جاگنے کی مشقت بخوشی برداشت کرتے ہیں، اور کبھی رات کے اول حصے میں، کبھی درمیانے حصے میں، کبھی آخری تہائی حصہ میں اٹھتے ہیں اور تہجد پڑھتے ہیں۔ تہجد کی نماز میں قیام بھی ہے، رکوع بھی ہے اور سجدہ بھی ہے، اس طرح وہ ان ساری عبادتوں کو انجام دیتے ہیں، تاکہ تہجد اور قیامُ اللیل کا ثواب حاصل ہو۔ احادیثِ طیبہ میں تہجد کے بہت فضائل آئے ہیں، جن میں سے چند فضائل درج ذیل ہیں:

تہجد پڑھنا بلا حساب جنت میں جانے کا ذریعہ ہے

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن تمام لوگ ایک میدان میں جمع کئے جائیں گے، پھر وہاں ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا، وہ لوگ کہاں ہیں؟ جن کے پہلو (تہجد پڑھنے کی وجہ سے) بستروں سے الگ رہتے تھے، (کیونکہ تہجد پڑھنے والا آدمی بستر چھوڑتا ہے، وضو کرتا ہے اور مصلے پر کھڑا ہوتا ہے، اس دوران اُس کا پہلو بستر پر نہیں رہتا)۔ (یہ اعلان سُن کر)

کچھ لوگ کھڑے ہوں گے جو مقدار میں بہت کم ہوں گے، چنانچہ وہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں چلے جائیں گے، اس کے بعد باقی تمام لوگوں کا حساب لینے کا حکم دیا جائے گا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرمائیں، آمین)(۱)

آخرت کا حساب و کتاب ہونا پکا ہے، قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

{إِنَّ اللهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ} [سورۃ إبراهيم: ۵۱]

قیامت برحق ہے، قیامت کا حساب و کتاب برحق ہے، جگر مرادآبادی کا ایک مشہور شعر ہماری موجودہ حالت کا مصداق ہے ؎

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے یومِ حساب کا دھڑکا

یعنی اب میں اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ کیونکہ شراب پینا صریح گناہِ کبیرہ ہے۔ اپنے گناہوں کے بارے میں یومِ حساب کا دھڑکا ہم سب کو ہے، اور اس خوف سے اللہ پاک ہی نجات دے سکتے ہیں، اب جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کی بغیر حساب و کتاب کے بخشش ہوجائے اُسے چاہئے کہ تہجد کی پابندی کرے، چاہے پڑھ کر سوجائے یا اُٹھ کر پڑھ لے، یا دونوں اوقات میں پڑھ لے جو سب سے بہتر ہے۔ آخر دنیاوی ضرورت کے لئے ہم اٹھ جاتے ہیں تو آخرت کے خوف سے اور حساب و کتاب کے خوف سے بچنے کیلئے اگر اٹھیں تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دیں، آمین!

تہجد کی نماز نیک لوگوں کا طریقہ اور مغفرت کا ذریعہ ہے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم پر تہجد کی نماز پڑھنا لازم ہے، کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ رہا ہے، اور تمہیں یہ عمل تمہارے رب کے نزدیک کرنے والا ہے، خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے، اور جسم سے بیماری دُور کرنے کا باعث ہے۔(۲)

تہجد کی کتنی رکعات ہیں؟

نمازِ تہجد کی کم از کم دو رکعتیں ہیں، بہتر چار رکعتیں ہیں اور اس سے بہتر آٹھ رکعتیں ہیں اور بارہ رکعتیں بھی

(۱) شعب الایمان: (۵۳۸/۴)

(۲) سنن الترمذی: (۴۴۴/۵)

ثابت ہیں، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوان تھے اور صحت مند تھے تو آٹھ رکعتیں تہجد کی پڑھتے تھے، تین رکعتیں وتر کی پڑھتے تھے، دو رکعتیں وتر کے بعد کی یا فجر کی سنتیں پڑھا کرتے تھے، کل تیرہ رکعتیں ہوگئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضعیف ہوگئے، کمزور ہوگئے تو آپ تہجد کی چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، اور بعض روایتوں میں بارہ رکعات کا بھی ذکر ہے۔ لہٰذا دو رکعتوں کا وقت ہو تو دو رکعت ہی پڑھ لیں، چار کا وقت ہو تو چار پڑھ لیں، زیادہ کا وقت ہو تو زیادہ پڑھ لیں، مگر تہجد کا معمول ضرور بنالیں۔

تہجد کا وقت

تہجد کا وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق تک ہے، اور عشاء کے چار فرض ادا کرنے کے بعد سے تہجد کا وقت شروع ہوجاتا ہے، البتہ رات کے آخری حصے میں تہجد پڑھنا افضل ہے، لیکن رات میں جس وقت بھی تہجد کی نماز پڑھیں تہجد ادا ہوجائے گی۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم سب رات کے آخری تہائی حصہ میں اُٹھ کر کے نماز پڑھنے کا معمول بنائیں، اور اس میں بھی لمبے قیام اور لمبے سجدے کا اہتمام کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ قیام کی حالت میں قرآنِ کریم پڑھا جاتا ہے، اور سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے پروردگار کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ لیکن اگر بالفرض رات کے آخری حصے میں تہجد کیلئے اٹھنا مشکل ہو تو سونے سے پہلے ورنہ کم از کم عشاء کی نماز کے بعد ہی تہجد پڑھ لیا کریں۔ عشاء کی دو سنتوں کے بعد تین وتروں سے پہلے کم از کم چار رکعت روزانہ پڑھ لیا کریں، بہتر ہے کہ آٹھ رکعت پڑھ لیں۔ تہجد پڑھنے کا یہ جائز وقت ہے، اس میں بھی تہجد کے فضائل ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوں گے۔ اِس طرح ہم سارا سال تہجد پڑھ سکتے ہیں اور نہایت آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کے بعد دو یا زیادہ رکعتیں پڑھ لیں وہ بھی مذکورہ آیت کے حکم میں داخل ہے کہ بَاتَ لِلّٰهِ سَاجِداً وَّ قَائِماً یعنی اس نے قیام اور سجدے کی حالت میں رات گزاری۔ اور حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی تو آدھی رات عبادت میں گزارنے کے حکم میں ہوگیا، اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کرلی وہ باقی آدھی رات بھی عبادت میں گزارنے والا سمجھا جائے گا[1] دیکھئے! ہمارے لئے کتنی آسانی ہوگئی، اس

---

(۱) بحوالہ تفسیر معارف القرآن: ۶/ ۵۰۴

کے باوجود بھی اگر ہم عمل نہ کریں تو یہ ہماری بدنصیبی اور محرومی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بچائے، آمین!

عِبادُ الرحمٰن کی پانچویں صفت
جہنم سے بچنے کیلئے دُعائیں کرنا

اللہ تعالیٰ نے عِبادُ الرحمٰن کی پانچویں صفت بیان فرمائی کہ :-

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا - إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا

ترجمہ

اور جو یہ کہتے ہیں کہ: (اے) ہمارے پروردگار! جہنم کے عذاب کو ہم سے دُور رکھیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کا عذاب وہ تباہی ہے جو چمٹ کر رہ جاتی ہے۔

یعنی رحمٰن کے بندے دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے باوجود، اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کے باوجود بے خوف نہیں رہتے، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے عذاب جہنم کی پناہ مانگتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں متقیوں کی صفات میں یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ رات کو بہت کم سوتے ہیں یعنی رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے ہیں، لیکن صبح کے وقت وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرتے ہیں۔ (۱)

عبادت کے بعد استغفار کی وجہ

حضراتِ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رات بھر عبادت کرنے کے باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی عبادت نہ کر سکے، اور اس کی عبادت کا حق ہم سے ادا نہ ہو سکا، اس لئے صبح وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس میں ہم سے جو بھی کوتاہی ہوئی ہے یا اُس کا حق ادا نہیں ہوا ہے ہم آپ سے اس کی معافی مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہ محبوب بندے دن رات عبادت کرنے کے باوجود بے خوف نہیں ہوتے، بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں یہ عبادات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول بھی ہوں گی یا نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان عبادات کے باوجود اللہ تعالیٰ پکڑ فرمالیں اور جنت عطاء کرنے کے بجائے دوزخ میں ڈال دیں، کیونکہ جن اعمال کو ہم اعمال صالحہ کہتے ہیں وہ اگر اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق نہ ہوں تو وہی اعمال سیئہ ہو جاتے ہیں، اگر اس پر اللہ

---

(۱) سورۃ الذاریات، آیت نمبر ۱۷، ۱۸

تعالیٰ گرفت نہ فرمائیں تو بڑا احسان ہے۔

خوفِ خدا کے درجات

خوفِ خدا کے تین درجات ہیں:۔

(۱)...اتنا زیادہ خوف کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوجائے۔

(۲)...اتنا کم خوف کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے غافل ہوجائے۔

(۳)...اتنا خوف جس کی وجہ سے آدمی گناہوں سے پرہیز کرنے والا بن جائے۔ یہ تیسرا خوف مطلوب ہے جیسا کہ حدیث میں دعا ہے کہ اے اللہ میں آپ سے اتنا خوف اور اتنی خشیت مانگتا ہوں کہ وہ میرے اور گناہوں کے درمیان حائل ہوجائے یعنی دل میں اتنا خوف آجائے کہ نہ آپ کی رحمت سے مایوس ہوں، نہ ہی بے خوف ہوں بلکہ گناہوں سے بچنے والا بن جاؤں۔[1] اللہ تعالیٰ نصیب فرمائیں، آمین!

جہنم سے پناہ مانگنے کا اہتمام

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ عِبادُالرحمٰن کی اس صفت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ مانگنے کی جو چیز ہے وہ جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے، اگر آدمی جہنم سے بچ جائے تو یہ بڑی کامیابی ہے، کیونکہ باقی چیزوں کے نہ ہونے سے صرف وقتی پریشانی اور وقتی نقصان ہوتا ہے، لیکن اصل چیز جہنم سے بچ جانا ہے، اس لئے تہجد کے وقت اور دیگر اوقات میں دوسری دعاؤں کے ساتھ جہنم سے پناہ مانگنے کا بھی بہت اہتمام کرنا چاہئے۔

جاری ہے.......

---

(۱) اللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِكَ مَا تَحُولُ بِهٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْكَ. (مشكاة المصابیح ۲/۶۷)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحبؒ

عِبَادُ الرَّحْمٰن

﴿یعنی رحمٰن کے بندے اور اُن کی ۱۳ صفات﴾

(چوتھی قسط)

عِبادُ الرحمٰن کی چھٹی صفت

مال خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا

اللہ تعالیٰ نے عِبادُ الرحمٰن کی چھٹی صفت بیان فرمائی کہ:۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا
وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا.

ترجمہ

اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں، نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ اُن کا طریقہ اس (کمی وبیشی) کے درمیان اعتدال کا طریقہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عِبادُ الرحمٰن کی اُس صفت کو بیان فرمایا ہے جس کا تعلق مالی معاملات سے ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے مقبول ومحبوب بندے مال خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لیتے ہیں، بے اعتدالی نہیں کرتے۔

بے اعتدالی کی دو صورتیں ہیں:۔

(۱)... مال خرچ کرنے میں اسراف وتبذیر سے کام لیا جائے۔

(۲)... بخل اور کنجوسی سے کام لیا جائے۔ دونوں ہی طریقے غلط ہیں۔

اس آیت میں اعتدال کے مقابلے میں دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں:۔

(۱)...اسراف۔

(۲)...اِقْتَار۔دونوں کے معنٰی درج ذیل ہیں:۔

اسراف کے معنٰی

''اسراف'' کے لغوی معنٰی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں ''گناہ کے کاموں میں مال خرچ کرنے'' کو اسراف کہتے ہیں، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جائز اور مُباح کاموں میں ضرورت سے زائد اتنا خرچ کرنا کہ وہ فضول خرچی کے زمرے میں آتا ہو وہ بھی اسراف ہے۔

اِقْتَار کے معنٰی

''اِقْتَار'' کے معنٰی ''خرچ میں تنگی اور بخل کرنے'' کے ہیں۔شریعت کی اصطلاح میں اس کے معنٰی یہ ہیں کہ جن کاموں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اُن میں خرچ کرنے میں تنگی برتنا یا بالکل خرچ نہ کرنا۔[۱]

مثلاً زکوٰۃ فرض ہے، حج فرض ہے، قربانی واجب ہے، بیوی کا نان ونفقہ واجب ہے، محتاج والدین کا نفقہ واجب ہے، ان کاموں میں شریعت نے پیسے خرچ کرنا فرض یا واجب کیا ہے، اَب یہاں خرچ نہ کرنا یا مقدارِ واجب سے کم خرچ کرنا ''اقتار'' ہے، جسے کنجوسی اور بخل کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ شریعت نے جہاں مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اگر وہاں خرچ نہ کیا جائے تو وہ بخل ہے اور ناجائز ہے۔اور جہاں مال خرچ کرنے کا شریعت نے حکم نہیں دیا لیکن عام طور پر معاشرہ میں اخلاقاً وہاں مال خرچ کیا جاتا ہے تو ایسے موقع پر مال خرچ نہ کرنا بھی بخل میں داخل ہے۔مثلاً خوشی کے موقع پر ھدیہ کا لین و دین کرنا اور کسی کی خوشی میں شریک ہوجانا، یہ اخلاقاً اچھا ہوتا ہے بشرطیکہ ادلہ بدلہ نہ ہو، نام ونمود اور دکھاوا نہ ہو، محض دل خوش کرنا مقصود ہو تو یہ اخلاقاً اچھا ہے۔اسی طرح ایک مسلمان غریب مسکین اور پریشان حال ہے تو اسے دیکھ کر ہمارا دل پسیجنا اور ہمیں رحم آنا چاہئے اور اس کی کچھ مالی خدمت کردینی چاہئے، اخلاقاً بھی یہاں پیسہ خرچ کرنے کا حکم ہے۔ایسے موقع پر خرچ نہ کرنا بخل ہے۔

اور جہاں مال خرچ نہیں کرنا چاہئے وہاں خرچ کرنا یا جتنا خرچ کرنا چاہئے اُس سے زیادہ خرچ کرنا

(۱) تفسیر معارف القرآن:۶/ ۵۰۴

اسراف اور فضول خرچی ہے اور وہ بھی ناجائز ہے۔ صحیح طریقہ وہ ہے جو رحمٰن کے بندے اختیار کرتے ہیں کہ مال خرچ کرنے میں نہ فضول خرچی سے کام لیتے ہیں اور نہ بخل و کنجوسی کرتے ہیں، بلکہ اعتدال اور میانہ روی پر عمل کرتے ہیں۔ خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی معیشت ہے۔

خرچ میں میانہ روی کے فوائد

ایک حدیث میں ہے کہ انسان کی دانشمندی کی علامت یہ ہے کہ خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے (نہ اسراف میں مبتلا ہو نہ بخل میں)۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خرچ میں میانہ روی اور اعتدال پر قائم رہتا ہے وہ کبھی فقیر و محتاج نہیں ہوتا۔[1]

راحت و آرام کیلئے زیادہ پیسے خرچ کرنا

یہاں یہ بات سمجھنی چاہئے کہ آدمی اگر اپنی راحت اور سکون کیلئے زیادہ پیسے خرچ کرے جس میں نام و نمود اور نمائش مقصود نہ ہو تو اس طرح اپنی استطاعت کے دائرے میں رہتے ہوئے زیادہ خرچ کرنا جائز ہے، یہ اسراف نہیں ہے۔ البتہ اگر نمائش مقصود ہو یا استطاعت سے زیادہ خرچ کیا جائے تو پھر یہ اسراف ہے اور منع ہے۔

لباس کے درجات

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے لباس کے جو درجات بیان فرمائے ہیں اُن سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ لباس کے استعمال کرنے کے چند درجات ہیں، مثلاً:

(۱)... ضرورت: لباس میں اس لئے پیسے خرچ کر رہا ہے کہ ستر چھپ جائے اور ضرورت پوری ہو جائے۔ یہ بلا شبہ جائز ہے۔

(۲)... آسائش۔ آسائش کے معنی آرام کے ہیں کہ آدمی اچھا یا قیمتی لباس اس لئے پہنتا ہے کہ اس سے آرام ملے جیسا کہ گرمی کے موسم میں باریک کپڑوں میں آرام ملتا ہے اور سردی کے موسم میں موٹے کپڑے استعمال کرنے سے آرام ملتا ہے، تو اس طرح آسائش اختیار کرنا اسراف نہیں ہے، بلکہ یہ بھی جائز ہے۔

(۳)... آرائش۔ یعنی زینت اور خوبصورتی کیلئے آدمی اچھا اور مہنگا لباس پہن رہا ہے کہ خود کو اچھا لگے اور دل

(۱) یہ روایات تفسیر معارف القرآن: ۶/ ۵۰۴، ۵۰۵ میں مسند احمد کے حوالے سے مذکور ہیں۔

خوش ہوتو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴)... نمائش۔ یعنی لباس میں اس لئے پیسے خرچ کرتا ہے تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ وہ بڑا مالدار ہے، یہ معصیت ہے اور ناجائز ہے۔

آجکل ہمارے معاشرے میں اسراف کا گناہ بہت عام ہے، کھانے کی چیزوں میں، پانی میں، بجلی اور گیس میں اور ہر چیز میں ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے، جس کا نقصان آج ہمارے سامنے ہے کہ ان سب کا قحط ہے، ان کی کمی سے پوری قوم عذاب میں مبتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اسراف وتبذیر سے، اسی طرح بخل اور کنجوسی سے بچنے کی توفیق دے اور میانہ روی سے مال خرچ کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

عِبادُ الرحمٰن کی ساتویں صفت

شرک اور شرکیہ اعمال سے بچنا

اللہ تعالیٰ نے عِبادُ الرحمٰن کی ساتویں صفت بیان فرمائی کہ:۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ

ترجمہ

اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے۔

عِبادُ الرحمٰن کی اَب تک جو چھ صفات بیان ہوئیں ہیں اُن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سے تھا، کہ کس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، کس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تابعداری کرتے ہیں۔ اب اس آیت سے ساتویں صفت شروع ہورہی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نا فرمانی اور گناہ کے بنیادی اصول بیان فرمائے ہیں چنانچہ پہلی برائی اور پہلا گناہ جس کا تعلق عقیدے سے ہے وہ ''شرک'' ہے۔ عباد الرحمٰن اس گناہ سے بچتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے، کیونکہ شرک حرام ہے اور سخت حرام ہے اور تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے، شرک کے علاوہ باقی سب گناہوں کی مغفرت ممکن ہے، لیکن اللہ تعالیٰ مُشرک کی مغفرت نہیں فرماتے، اس لئے شرک سے بچنا بہت ضروری ہے بلکہ ہر اُس چیز سے بچنا ضروری ہے جو شرک کا سبب بن سکتی ہو۔

شرک کی اقسام

شرک کی متعدد صورتیں اور شکلیں ہیں جو دنیا میں رائج ہیں، مثلاً:

(۱)... اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک کیا جائے، مثلاً ایک سے زیادہ خُدا مانے جائیں، جیسے مجوسی دو خُدا مانتے ہیں اور ہندو متعدد خُدا مانتے ہیں، وغیرہ۔

(۲)... اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات میں کسی کو شریک کرنا، یعنی جو صفت جس درجہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے وہ صفت اسی درجہ میں کسی مخلوق کیلئے ثابت کرنا، جیسے اللہ تعالیٰ روزی دینے والے ہیں، حاجتیں پوری کرنے والے ہیں، اولاد دینے والے ہیں، اسی طرح کسی اور کو بھی روزی دینے والا، حاجت پوری کرنے والا اور اولاد دینے والا سمجھے جیسے بعض بدعتی بعض بزرگوں کو ایسا سمجھتے ہیں۔

(۳)... اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک کرنا، یعنی آدمی کسی مخلوق کی اس طرح عبادت کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے، جیسے کسی بُت کو یا کسی ولی اور بزرگ کو سجدہ کرنا وغیرہ۔

شرک کی یہ تینوں قسمیں حرام اور گناہ ہیں، اس لئے رحمٰن کے بندے ہر قسم کے کفر وشرک سے اجتناب اور پرہیز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

جاری ہے.......

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب

عِبَادُالرَّحْمٰن

﴿یعنی رحمٰن کے بندے اور اُن کی ۱۳ صفات﴾

(پانچویں قسط)

عِبادُالرحمٰن کی آٹھویں صفت

ناحق قتل کرنے سے بچنا

اللہ تعالیٰ نے عِبادُالرحمٰن کی آٹھویں صفت بیان فرمائی کہ:۔

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ

ترجمہ

اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حُرمت بخشی ہے، اُسے ناحق قتل نہیں کرتے

اس جملے میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے گناہ کا ذکر فرمایا ہے جس کا تعلق عمل سے ہے، اور وہ یہ ہے کہ رحمٰن کے بندے ناحق قتل نہیں کرتے، البتہ جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا قتل کرنے کا حکم ہو وہاں قتل کرتے ہیں، کیونکہ وہ قتل برحق ہے، جیسے جہاد میں کافروں کو قتل کرنے کا حکم ہوتا ہے یا قصاص میں قاتل کو قتل کرنے کا حکم ہے، یا شادی شدہ مرد وعورت کو زنا کی وجہ سے سنگسار کرنے کا حکم ہے، یا اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے تو اسے بھی قتل کرنے کا حکم ہے، تو ایسے مواقع پر بلا شبہ قتل کرتے ہیں، لیکن ناحق کسی کو قتل نہیں کرتے اور قتل کے جرم میں کسی درجہ میں بھی شریک نہیں ہوتے، کیونکہ ناحق قتل کرنا یا قاتل کی مدد کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور حرام ہے۔

عِبادُ الرحمٰن کی نویں صفت
زنا اور متعلقاتِ زنا سے دُور رہنا

اللہ تعالیٰ نے عِبادُ الرحمٰن کی نویں صفت بیان فرمائی کہ:۔

وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا

ترجمہ

اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا، اُسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قیامت کے دن اُس کا عذاب بڑھا بڑھا کر دُگنا کر دیا جائے گا، اور وہ ذلیل ہو کر اُس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ ہاں مگر جو کوئی توبہ کرلے، ایمان لے آئے، اور نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ اور جو کوئی توبہ کرتا اور نیک عمل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف ٹھیک ٹھیک لوٹ آتا ہے۔

عِبادُ الرحمٰن کی یہ نویں صفت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسے گناہ سے بچنے کا ذکر فرمایا ہے جس کا تعلق عمل سے ہے، یعنی یہ مقبول و محبوب بندے زنا نہیں کرتے، بلکہ زنا کے قریب بھی نہیں جاتے۔

زنا کی سزا

انسان کے اعمال میں ''زنا'' بہت سنگین، بدترین اور بہت خطرناک گناہ ہے۔ زنا اُن گناہوں میں سے ہے جو تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں حرام رہا ہے، کبھی اس کی اجازت نہیں ہوئی۔ اسلام میں شہوت اور جنسی خواہش پوری کرنے کیلئے نکاح رکھا گیا ہے کہ چار چار عورتوں تک شادیاں کر سکتے ہیں، اَب اگر چار شادیوں کی اجازت کے بعد بھی کوئی زنا کرے تو اس کیلئے شریعت نے سخت سزا رکھی ہے، چنانچہ اگر کوئی کنوارا مرد یا کنواری عورت زنا کرے تو اُن کو سو سو کوڑے لگائے جائیں گے، اور کوئی شادی شدہ مرد و عورت زنا کریں تو اُن کو سنگسار

کردیا جائے گا۔

زنا کے مقدمات بھی حرام ہیں

زنا تو حرام ہے ہی، لیکن زنا کے جتنے مقدمات ہیں وہ بھی ناجائز ہیں۔ شریعت نے ہر اُس کام کو ناجائز قرار دیا ہے جو زنا تک لے جانے کا سبب بن سکتا ہے، جیسے نامحرم مرد کا نامحرم عورت سے ناجائز تعلق رکھنا، ملنا جلنا، بوس و کنار کرنا، اور ایک دوسرے کے جسم کو شہوت سے چھونا اور شہوت سے دیکھنا وغیرہ۔ یہ سب اعضاء کا زنا ہے، اور زنا کی ابتدائی شکلیں ہیں جو بالآخر شرمگاہ کے زنا تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس لئے ان سب کاموں سے بچنے کی ضرورت ہے۔ رحمٰن کے بندے اُن سب سے بچتے ہیں۔

شرک، ناحق قتل اور زنا کا وبال

ان تین گناہوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان گناہوں کا وبال اور عذاب ذکر فرمایا ہے کہ جو شخص یہ تین گناہ یا ان میں سے کوئی گناہ کرے گا اُسے اس کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا، اور وہ سزا ''جہنم'' ہے۔ اور قیامت کے دن ان گناہوں کا عذاب دگنا اور بڑھا کر ان کو دیا جائے گا اور وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل وخوار ہو کر پڑے رہیں گے۔ ہاں جو مرنے سے پہلے ہی ان گناہوں سے توبہ کرلے، کفر و شرک سے بھی توبہ کرلے اور ایمان بھی لے آئے اور اس کے بعد نیک اعمال کرے اور گناہوں سے بچے تو اللہ تعالیٰ ان کے برے اعمال کو نیکیوں سے بدل دیں گے۔

کافر کا ایمان لانا اور توبہ کرنا ایسا مبارک عمل ہے کہ اس سے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، اس کا ناحق قتل بھی معاف ہو جائے گا، زنا بھی معاف ہو جائے گا، شرک بھی معاف ہو جائے گا اور اس کے علاوہ بھی سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، نہ صرف یہ کہ گناہ معاف ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے۔

گناہوں کو نیکیوں سے بدلنے کا مطلب

گناہوں کو نیکیوں سے بدلنے کے دو مطلب ہیں:-

(۱)... ایک مطلب یہ ہے کہ پہلے ان کا نامۂ اعمال گناہوں سے بھرا ہوا تھا، پھر جب انہوں نے توبہ کرلی اور ایمان لے آئے اور نیک اعمال شروع کردیئے تو ان کے نامۂ اعمال سے سارے گناہ معاف اور صاف ہو گئے، اَب ان

کے نامۂ اعمال میں صرف نیک اعمال ہی ہوں گے، پہلے ان کے نامۂ اعمال میں جو گناہ لکھے ہوئے تھے وہ باقی نہیں رہیں گے، کیونکہ حدیث میں آتا ہے "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ"، یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا، گناہ نہ کرنے والے کی طرح ہے، بہرحال جب سچی توبہ کرلی تو گناہ باقی نہیں رہتا۔

(۲)... دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور سچی توبہ کرنے کی وجہ سے اور آئندہ نیک اعمال اختیار کرنے کی وجہ سے ان کے سابقہ تمام گناہوں کے بدلے اللہ تعالیٰ نیکیاں عطاء فرمائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت ہے جس کی وجہ علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ایمان لانے کے بعد جب انہیں ماضی یاد آئے گا اور اپنے گناہ یاد آئیں گے تو شرمندگی ہوگی، پھر وہ دوبارہ توبہ کریں گے تو اُن کی اس توبہ کی وجہ سے ان کے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہوجائیں گے۔(مأخذہ تفسیر معارف القرآن:۵۰۶/۶)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ سچی توبہ ایسی اہم اور اعلیٰ چیز ہے کہ اس سے صرف گناہ ہی معاف نہیں ہوتے، بلکہ بُرائیاں نیکیوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ اللہ اللہ!!

سچی توبہ کی شرائط

البتہ سچی توبہ کی تین شرائط ہیں:

(۱)... ماضی میں جو گناہ ہوگیا ہے اُس پر ندامت اور شرمندگی ہونا۔

(۲)... فی الحال توبہ کے وقت گناہ چھوڑ دینا۔

(۳)... آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا۔

مگر یہ بھی یاد رکھیں کہ صرف توبہ سے آدمی "عِبادُ الرحمٰن" میں شامل نہیں ہوگا، بلکہ اس کیلئے توبہ کے بعد نیکیاں بھی کرنی پڑیں گی۔

اہلِ ایمان کی توبہ

اگلی آیت (وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّہٗ یَتُوْبُ إِلَی اللّٰہِ مَتَابًا) میں اہلِ ایمان کی توبہ کا ذکر فرمایا ہے کہ اہلِ ایمان اگر غفلت کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوجائیں تو توبہ کی وجہ سے اُن کا گناہ بھی معاف ہوجائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنے عمل سے بھی اس کا ثبوت دیں، یعنی ان گناہوں کو چھوڑ دیں اور اس کے بجائے نیک اعمال شروع کردیں۔ صرف زبان سے استغفار پڑھتے رہیں اور دل میں گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ ہی نہ ہو تو ایسی

توبہ پر شیطان کو بھی ہنسی آتی ہے۔

سُبحہ بر کف، توبہ بر لب، دل پُر از ذوقِ گناہ
معصیت را خندہ می آید ز استغفارِ ما

عِبادُالرحمٰن کی دسویں صفت
جھوٹ اور لغو و باطل مجلس میں شریک نہ ہونا

اللہ تعالیٰ نے عِبادُالرحمٰن کی دسویں صفت بیان فرمائی کہ:۔

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ

ترجمہ

اور (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو ناحق کاموں میں شامل نہیں ہوتے۔

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں، اوپر ذکر کردہ ترجمہ ایک تفسیر کے مطابق ہے، یعنی رحمٰن کے بندے باطل اور جھوٹ کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے۔

آیت کی پہلی تفسیر

"زُوْر" کے معنی جھوٹ اور باطل کے آتے ہیں، اس کے علاوہ ہر گناہ کو بھی "زُوْر" کہا جاتا ہے۔ جتنے بھی گناہ کے کام اور گناہ کی مجلسیں ہیں وہ سب "زُوْر" میں شامل ہیں۔ چنانچہ کافروں کے میلے اور ان کی عیدیں، جیسے ہندوؤں کی ہولی دیوالی یا عیسائیوں کا کرسمس، اسی طرح گانے بجانے کی محفلیں، بے حیائی کی مجلسیں، شراب نوشی کی مجلسیں اور تمام حرام اور ناجائز کاموں کی مجلسیں اس کے مفہوم میں داخل ہیں، اس میں وہ سب ناجائز پروگرام بھی آ گئے جو ٹی وی پر یا موبائل پر یوٹیوب، فیس بک اور دیگر ذرائع سے دکھائے جاتے ہیں یہ سب "زُوْر" کے حکم میں ہیں، اور جو رحمٰن کے خاصُ الخاص بندے ہیں ان کی صفت یہ ہے کہ وہ ان سب سے اپنا دامن بچاتے ہیں، ہر لغو و باطل اور فضول کاموں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں، اور ہر بُری مجلس سے پرہیز کرتے ہیں۔

دوسری تفسیر

بعض حضراتِ مفسرین نے اس آیت کے معنٰی یہ بیان کئے ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے، جھوٹ نہیں بولتے،

اور جھوٹ کی بدترین شکل یعنی جھوٹی گواہی سے دور رہتے ہیں۔ کیونکہ جھوٹی گواہی کبیرہ گناہ ہے اور ناجائز ہے۔

لہٰذا اگر ہم رحمٰن کے بندوں کے قدموں میں کچھ جگہ چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ان تمام کاموں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں، آمین!

عِبادُالرحمٰن کی گیارہویں صفت
لغو اور بیہودہ کاموں سے بچنے کی کوشش کرنا

اللہ تعالیٰ نے عِبادُالرحمٰن کی گیارہویں صفت بیان فرمائی کہ:۔

وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا

ترجمہ

اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گذرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔

لغو کی تعریف

ہر وہ کام جس کا آخرت میں نقصان ہو یا اُس کا دینی یا دنیاوی کوئی فائدہ نہ ہو وہ "لغو" ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ عِبادُالرحمٰن کسی بیہودہ مجلس میں قصداً تو شریک ہوتے نہیں، اور لغو کام خود تو کرتے ہی نہیں، لیکن اگر اُن کا کسی لغو اور بیہودہ مجلس کے پاس سے اتفاقاً گذر ہو جائے تو اُس لغو کام کو کھڑے ہو کر دیکھتے نہیں ہیں، اس میں کسی درجہ میں بھی شریک نہیں ہوتے، بلکہ سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

شرافت کے ساتھ گزر جانے کا مفہوم

شرافت کے ساتھ گزرنے کے مفہوم میں تین باتیں ہیں جو ہمیشہ یاد رکھنی چاہئیں:۔

(۱)... جس گناہ میں وہ مبتلا ہوں اُس کو گناہ سمجھے اور بُرا سمجھے۔

(۲)... لغو کام کرنے والے لوگوں کو دیکھ کر اُن کو حقیر نہ سمجھے۔

(۳)... ایسے موقع پر خود کو لغو کام کرنے والوں سے افضل نہ سمجھے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ افضل ہونے کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کے سوا کسی کو نہیں ہے، جو شخص لغو میں مبتلا ہے اُس کے بارے میں یقینی طور پر کسی کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کیا مقام ہے، ہوسکتا ہے اُس کے نامۂ اعمال میں کوئی ایسی نیکی لکھی ہو جو اگرچہ چھوٹی ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ سارے گناہوں سے بھاری ہو اور وہ سیدھا

جنت میں چلا جائے، اور جو اپنے آپ کو افضل سمجھ رہا ہے اُس کے نامۂ اعمال میں کوئی ایسا گناہ درج ہو جو جہنم میں جانے کا ذریعہ بن جائے، اس لئے ہمارے لئے جائز نہیں کہ اپنے کو افضل اور دوسروں کو حقیر سمجھیں، یہ تکبر ہے جو قرآن وحدیث کی رُو سے ناجائز اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس گناہ سے حفاظت فرمائے، آمین!

عِبادُ الرحمٰن کی بارہویں صفت
قرآنی آیات کے معاملہ میں اندھے بہرے بننے سے بچنا

اللہ تعالیٰ نے عِبادُ الرحمٰن کی بارہویں صفت بیان فرمائی کہ:۔

وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ
لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا

ترجمہ

اور جب اُنہیں اپنے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے

اس صفت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ومقبول بندوں کو جب قرآن کریم کی آیات سُنا کر آخرت کی یاد دِلائی جاتی ہے تو وہ اس کو کان کھول کر سنتے ہیں اور اس میں غور کرتے ہیں اور اُن آیتوں پر عمل کرتے ہیں۔ غافل لوگوں کی طرح اندھے بہرے نہیں ہوتے، جیسے اُنہوں نے کچھ سُنا ہی نہیں یا دیکھا ہی نہیں۔ کافروں اور منافقوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان کے سامنے آیتیں پڑھی جاتیں اور قرآنِ کریم سنایا جاتا تو ظاہری شکل گردن جھکانے کی اور گر جانے کی بناتے تھے، جبکہ حقیقت میں یہ دل سے اندھے اور کان سے بہرے بن جاتے تھے، کیونکہ ان کو نہ ماننا ہوتا ہے نہ عمل کرنا، اس کے برخلاف رحمٰن کے مقبول بندے قرآن کی آیات کو دل وجان سے سنتے ہیں، سمجھتے ہیں، مانتے ہیں، بلکہ ان پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

اس آیت کے مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ قرآن مجید کی آیات جب سُنائی جاتی ہیں تو وہ بہرے اور اندھے ہو کر عمل نہیں کرتے بلکہ سوچ سمجھ کر صحیح طریقہ معلوم کر کے اُس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ سلفِ صالحینؒ کے اصول اور ان کی بیان کردہ تفسیر سے ہٹ کر اپنی رائے پر اعتماد کر کے غلط عمل نہیں کرتے۔

جاری ہے....

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب

عِبادُالرَّحمٰن

﴿یعنی رحمٰن کے بندے اور اُن کی ۱۳ صفات﴾

(آخری قسط)

عِبادُ الرحمٰن کی تیرہویں صفت

اپنی بیوی بچوں کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا

اللہ تعالیٰ نے عِبادُ الرحمٰن کی دسویں صفت بیان فرمائی کہ:۔

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾

ترجمہ

اور جو (دُعا کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ: "ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیوی بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں پرہیزگاروں کا سربراہ بنادے۔"

عِبادُ الرحمٰن کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنی ہی اصلاح نہیں کرتے، وہ صرف اپنا عمل درست کرنے کی فکر نہیں کرتے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اہل وعیال، بیوی بچوں اور گھر کے دیگر افراد کو بھی دین پر چلانے کی فکر کرتے ہیں، کیونکہ صرف اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچانا کافی نہیں ہے، بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی جہنم کے عذاب سے بچانا ضروری ہے۔ اسی فکر کی وجہ سے وہ عملی کوشش کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گھر والوں اور بیوی بچوں کیلئے دُعا بھی کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ مجھے بھی اور میری اولاد کو بھی

متقی اور پرہیزگار بنادے اوران کومیری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے، جب میں اپنی اولاد کو متقی دیکھوں، اچھے کام کرتے ہوئے دیکھوں تو اس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور دل کوسکون اور سرور حاصل ہو۔

تربیتِ اولاد میں کوتاہی

آجکل یہ بات بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ اپنی اصلاح کے ساتھ اپنے اہل و عیال کی اصلاح کے بھی طالب ہوں، جولوگ دیندار کہلاتے ہیں عام طور پر اُنہیں صرف اپنی فکر ہوتی ہے، اپنی اولاد کی کوئی فکر نہیں ہوتی، بیشتر دینداروں کی اولادوں کا یہی حال ہے کہ باپ بڑا پکا نمازی متقی پرہیزگار اور اولاد آوارہ اور بدمعاش۔ اس کی وجہ ماں باپ کا قصور اور اُن کی کوتاہی ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کی اصلاح کی فکر نہیں کی، ان کی اچھی تربیت کرنے کی کوشش نہیں کی۔لیکن عبادالرحمٰن کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی فکر کے ساتھ اپنی اولاد کی اصلاح وتربیت کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

متقیوں کا امام بنانے کا مطلب

ظاہری مطلب کے اعتبار سے تو یہ بڑائی کی دعا ہے کیونکہ متقیوں کا امام بننا ایک منصب ہے، لیکن حضراتِ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں منصب مانگنا مراد نہیں ہے۔ بلکہ اصلاً اپنے اہل وعیال کے متقی بنانے کی دُعا کرنا ہے، کیونکہ عام طور پر ہر شخص اپنے اہل وعیال کا قدرتی طور پر سربراہ اور پیشوا ہوتا ہی ہے، اس لئے جب سب گھر والے متقی بن جائیں گے تو خود بخود یہ متقیوں کا سربراہ کہلائے گا۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ دنیاوی منصب مانگنے کی ممانعت ہے، لیکن اگر کوئی دینی منصب ہو اور اس نیت سے مانگا جائے کہ دین کی خدمت کرسکے اورلوگ اس کے ذریعہ ہدایت پائیں اور اس کیلئے صدقۂ جاریہ اورآخرت کا ذخیرہ بنیں تو اس کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ وہ جائز ہے۔(ملخص از معارفُ القرآن:۶/۵۰۹)

خلاصہ یہ ہے کہ اہل وعیال کی تربیت کیلئے کوشش کرنا بھی ضروری ہے، مثلاً اُنہیں نیک مجالس میں لے جانا، گھر میں دینی کتابوں کا مطالعہ کروانا یا پڑھ کر سنانا وغیرہ۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

عِبادُ الرحمٰن کا پہلا انعام

مذکورہ بالا تیرہ صفات کے حامل بندوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں دو انعام عطا فرمائیں گے۔ پہلا انعام یہ ہے کہ:۔

أُوْلَٰٓئِكَ يُجۡزَوۡنَ ٱلۡغُرۡفَةَ بِمَا صَبَرُواْ

ترجمہ

یہ لوگ ہیں جنہیں اُن کے صبر کے بدلے جنت کے بالا خانے عطا ہونگے۔

'' غُرْفَة'' اُونچی جگہ کو، بالا خانہ کو کہتے ہیں، یعنی وہ کمرہ جو اوپر بنایا جائے اور وہ ہوا اور روشنی والا ہو اور اس میں ہر طرح کی سہولیات ہوں۔ حدیث میں آتا ہے وہ بالا خانے ایسے ہوں گے جو عام اہل جنت کو ایسے نظر آئیں گے جیسے زمین والے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ (صحیح بخاری، باب ما جآء فی صفة الجنة)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایسے بالا خانے ہوں گے جن کا اندرونی حصہ باہر اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہوگا۔ (یعنی وہ صاف وشفاف شیشے کے بنے ہوئے ہوں گے)۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بالا خانے کن لوگوں کیلئے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ چار کام کرے گا اُس کو ملیں گے:۔

(۱)... گفتگو نرم رکھے۔

(۲)... ہر مسلمان کو سلام کرے۔

(۳)... لوگوں کو کھانا کھلائے۔

(۴)... رات کو جب سب سو رہے ہوں اُس وقت تہجد پڑھے۔

(بحوالہ تفسیر معارفُ القرآن: ۶/ ۵۱۰)

نیز اس آیت میں صبر کا بدلہ کہنے سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا تیرہ صفات کو حاصل کرنے کیلئے راستے میں رکاوٹیں اور مشکلات ہوں گی لیکن صبر سے کام لینا پڑے گا، جو جتنا زیادہ صبر کرے گا اُتنے ہی اس کے درجات بلند ہوں گے۔

عِبادُ الرحمٰن کا دوسرا انعام

وَيُلَقَّوۡنَ فِيهَا تَحِيَّةٗ وَسَلَٰمًا ۝٧٥ خَٰلِدِينَ فِيهَاۚ حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرّٗا وَمُقَامٗا ۝٧٦

ترجمہ

اور وہاں دُعاؤں اور سلام سے اُن کا استقبال کیا جائے گا۔ وہ وہاں ہمیشہ زندہ رہیں

گے۔ کسی کا ٹھکانہ اور قیام گاہ بننے کے لئے وہ بہترین جگہ ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ان نیک اور محبوب بندوں کو جنت کی دوسری نعمتوں کے ساتھ یہ اعزاز بھی حاصل ہوگا کہ جب وہ جنت میں جائیں گے تو فرشتے اُن کا دعا و سلام سے استقبال کریں گے، فرشتے ان کو مبارکباد دیں گے اور سلام کریں گے۔ دنیا میں جب دوست احباب آکر عید کی مبارک باد دیتے ہیں تو کتنا دل خوش ہوتا ہے، اسی طرح فرشتے جنت میں آنے کی مبارک باد دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہ نیک بندے جنت کے ان بلند مقامات میں ہمیشہ رہیں گے، اُن کے رہنے کی جگہ اور مقام بڑا حسین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ آمین!

آخری آیت میں مسلمانوں اور کافروں کو خطاب

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

ترجمہ

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ: "میرے پروردگار کو تمہاری ذرا بھی پروا نہ ہوتی، اگر تم اُس کو نہ پکارتے۔ اب جبکہ (اے کافرو!) تم نے حق کو جھٹلا دیا ہے تو یہ جھٹلانا تمہارے گلے پڑ کر رہے گا۔"

مطلب یہ ہے کہ تمہیں "عبادالرحمٰن" کا جو لقب ملا ہے وہ عبادت کی وجہ سے ملا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرتے اور اُس کی عبادت سے رُوگردانی کرتے تو اللہ تعالیٰ کو بھی تمہاری کوئی پرواہ نہ تھی۔ لیکن جو لوگ اُس کی عبادت کرتے ہیں اور جن کے نیک کاموں کا اوپر بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے بہتر انجام کا کفیل ہے۔

پھر آگے کافروں سے خطاب ہے کہ تم نے حق کو جھٹلانے کا جو طریقہ اختیار کیا ہوا ہے یہ تمہارے گلے میں مصیبت بن کر پڑے گا، اور آخرت کے عذاب کی شکل میں تم سے اس طرح چمٹ جائے گا کہ اس سے خلاصی ممکن نہیں ہوگی، تم ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں پڑے رہو گے۔ (آسان ترجمۂ قرآن بتصرف)

عبادت کو اپنا کمال نہ سمجھیں

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو عبادت کریں اسے اپنا کمال نہ سمجھیں، بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور انعام سمجھیں، کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے محتاج نہیں ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مذکورہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور محض اپنے فضل سے ہمیں ''عبادُ الرحمٰن'' میں شامل فرمائے۔

آمین ثم آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ
اجمعین وعلی کل من تبعھم باحسان إلی یوم الدین وآخر
دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆